عتیقہ ایوب

نوید سحر

"زندگی اجیرن کر کے رکھ دی ہے تم نے۔ بائیس سال گزر گئے تم جیسی عورت کے ساتھ نبھا کرتے ہوئے مگر ایک دن بھی سکون کا نہ گزرا۔"

تایا ابا کی غصے سے لرزتی زبان پر اس کے اندر کی جانب تیزی سے بڑھتے قدم رک گئے تھے۔

یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ تائی امی ہمیشہ ہی ان کے زیر عتاب رہا کرتی تھیں۔ یقیناً" آج بھی ان کی کسی چھوٹی سی غلطی پر تایا ابا نے بکھیڑا ڈال دیا ہو گا۔ اس نے سوچا اور باہر چل دی۔

چھوٹے تایا ابا کو اس نے ہمیشہ ایسے ہی دیکھا تھا

ناولٹ

چیختے' چلاتے اور اپنی بیوی بچوں پر رعب جھاڑتے ہوئے۔ تائی امی جو اس کی خالہ بھی تھیں' ہمیشہ اللہ میاں کی گائے بنی سنتی رہتیں۔ تایا ابا کا یہ رویہ صرف اپنے بیوی بچوں کے ساتھ تھا۔ باقی لوگوں کے ساتھ وہ بے حد شفق اور نرم برتاؤ رکھنے والے انسان تھے۔ خاص طور پر اس کے ساتھ تو ان کا رویہ کچھ زیادہ ہی نرم تھا۔ وجہ۔۔۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ البتہ اپنی خالہ تائی کی حالت دیکھ کر وہ کڑھ کر رہ جاتی۔ اب بھی وہ ان سے یہی پوچھنے جارہی تھی کہ وہ اور اسریٰ بازار چلی جائیں؟ مگر تایا ابا کا غصہ دیکھ کر وہیں سے لوٹ آئی۔

"کیا ہوا۔۔۔ امی نے اجازت نہیں دی کیا؟" اسریٰ نے اس کے تاثرات جانچے۔ چہرے پر موجود اداسی گواہ تھی کہ وہ ناکام لوٹی تھی۔

"نہیں وہ۔۔۔ وہ" اس نے بات بنانے کی کوشش کی۔

"اوہ! یقیناً" امی اور ابو کی لڑائی ہورہی ہوگی اور ابو امی پر برس رہے ہوں گے' جس کی وجہ سے تمہاری ہمت ہی نہیں ہوئی ہوگی اندر جانے کی۔ ہے ناں؟" اسریٰ نے تلخ لہجے میں بالکل ٹھیک۔ اپنے باپ کی فطرت سے وہ بخوبی آگاہ تھی۔

"تو مائی ڈیئر کزن فاطمہ! اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ یہ تو روز کا تماشا ہے اور تم تو بالکل مت ڈرا کرو۔ تمہیں تو وہ ویسے بھی بہت پیار کرتے ہیں۔ نفرت تو بس انہیں ہمارے وجود سے ہے۔" اسریٰ نے کہا اور جھٹکے سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

اس کے لہجے کی تلخی اور طنز پر وہ سن ہو کر رہ گئی تھی۔ تایا ابا کے رویے نے ان کے دونوں بچوں ریحان اور اسریٰ پر بہت برا اثر ڈالا تھا۔ دونوں کی شخصیت ادھوری رہ گئی تھی۔ ان کی سختی نے ریحان کو بے حد سنجیدہ اور اسریٰ کو بے حد خود سر بنا ڈالا تھا۔ وہ ایسے کیوں تھے؟ اس سوال کا جواب ڈھونڈنے میں وہ اکثر ناکام ہوجاتی تھی لیکن خالہ کو دیکھ دیکھ کر اسے بہت رونا آتا۔ اپنی امی کی وفات کے بعد اس نے خالہ کی گود کو ہی تو ماں سمجھا تھا اور خالہ نے بھی اسے بہت پیار سے پالا تھا۔ وگرنہ بابا کی تو جاب ایسی تھی کہ وہ ایک ماہ کسی شہر میں اور دوسرے ماہ کسی اور شہر میں ہوتے تھے۔ ایسے میں خالہ' بڑے تایا اور بڑی تائی نے ہی اسے پوری توجہ سے محبت سے اور پیار سے پالا تھا۔

"دو کپ چائے تو بنا دو فاطمہ! ایک دوست آیا ہے۔ ڈرائنگ روم میں بھجوا دینا۔" شہریار کی آواز پر وہ سوچوں کے سمندر سے باہر آئی اور کچن کی طرف چل دی۔ شہریار حسن اس کے بڑے تایا کا بیٹا تھا۔ بڑے تایا کے ہاں بھی دو ہی اولادیں تھیں۔ عمیر حسن اور شہریار حسن۔ عمیر حسن اپنی بیوی رومانہ اور بیٹے اسجد کے ساتھ ایک خوش گوار ازدواجی زندگی گزار رہا تھا۔

اور شہریار حسن۔۔۔ تین سال پہلے جب اس نے میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا تب وہ سول انجینئرنگ کا اسٹوڈنٹ تھا۔ اسی سال دادا ابو نے اس کا نکاح شہریار سے کردیا تھا۔

پھر دادا ابو کی تو وفات ہوگئی مگر یہ رشتہ اس کے لیے ایک پہیلی بن کر رہ گیا تھا۔ بچپن سے لے کر آج تک اس نے شہریار کا جھکاؤ اپنی پھپھو کی بیٹی رائمہ کی طرف دیکھا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اس کی پسند نہیں ہے اور نہ کبھی ہوگی۔ مگر سوائے چپ رہنے کے اس کے پاس کوئی دوسرا آسرا نہیں تھا۔

کبھی کبھی خالہ یعنی چھوٹی تائی امی کو دیکھ کر اسے خوف آتا کہ کہیں اس کی زندگی بھی تو ان کی طرح نہیں گزرے گی۔ زیادہ تو نہیں البتہ اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ خالہ پھوٹے تایا کی پسند نہ تھیں۔

وہ بھی تو شہریار کی پسند نہ تھی۔

گو کہ شہریار نے کبھی اپنی ناپسندیدگی ظاہر نہیں کی تھی۔ وہ اب بھی ایک دوسرے سے اچھے کزنز کی طرح بات کرتے تھے۔ بالکل دوستانہ ماحول میں۔ لیکن کب تک؟ اس نے اگر ناپسندیدگی ظاہر نہیں کی تھی تو پسندیدگی بھی کبھی ظاہر نہیں کی۔ فاطمہ نے کبھی اس کی آنکھوں میں اپنے لیے کوئی خاص رنگ نہیں دیکھے

تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ بھی محتاط رہتی تھی۔ اگر شہریار نے کبھی ناپسندیدگی نہیں دکھائی تھی تو اس نے بھی اپنے جذبات سینت سینت کر رکھے تھے۔ شہریار حسن کے سامنے وہ بھی یونہی ظاہر کرتی کہ اسے اس کے رائمہ کے ساتھ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

"فاطمہ! جلدی کرو۔" کو ریڈور سے آتی آواز پر وہ ایک بار پھر اپنے حواسوں میں لوٹ آئی اور چائے کی طرف متوجہ ہوئی۔

☆ ☆ ☆

"ایک تو فواد خان بھی نا... کیا ضرورت تھی ٹی وی میں آنے کی۔ آدھی دنیا کو پاگل کردیا ہے۔ ویسے اللہ میاں کو بھی چاہیے کہ کسی لڑکے کو اتنا پیارا نہ بنائیں۔ بیچاری لڑکیوں کے دل تو ویسے ہی نازک ہوتے ہیں۔ ایک آدھ فواد خان جیسا نظر آجائے تو بس ساری کی ساری اس ایک دل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔" عزہ نے ایک لمبی ٹھنڈی آہ بھر کر اسکرین پہ ایوارڈ لے کر مسکراتے ہوئے فواد خان کو دیکھا اور لمبی تقریر کر ڈالی۔

یہ اور بات کہ وہاں موجود اماں' ابا اور سارہ نے اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"ایک تو اس گھر میں سارے بدذوق بستے ہیں۔" عزہ نے ان کی لاتعلقی دیکھی اور کڑھ کر باہر آگئی۔ موسم بہت خوش گوار ہو رہا تھا۔ صحن میں آتے ہی اس نے دونوں بازو ہوا میں پھیلا کر تازہ ہوا اپنے اندر اتاری۔

ایک ہفتہ پہلے ہی اس کالونی میں شفٹ ہوئے تھے۔ ابھی کسی سے کوئی خاص جان پہچان نہیں ہوئی تھی۔ تب ہی دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونکی۔

"ارے یہ کون آگیا۔" اس نے کہا اور گیٹ کی طرف بڑھی۔ گیٹ کھولتے ہی اسے جھٹکا لگا تھا۔ سامنے بیس اکیس سالہ لڑکی ہاتھ میں ڈونگا پکڑے کھڑی تھی۔ عزہ کو دیکھتے ہی وہ مسکرائی۔

"السلام علیکم! میرا نام فاطمہ ہے۔ ساتھ والے گھر سے آئی ہوں۔ آج حلیم بنا تھا سوچا نئے پڑوسیوں کو چکھا کے آؤں۔" فاطمہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرادی۔

"وعلیکم السلام! آؤ اندر آجاؤ۔" اس نے اسے راستہ دیا۔ اندر سب ہی اس سے بہت اچھے طریقے سے ملے۔ کچھ ہی دیر میں وہ سارہ اور عزہ کے ساتھ گھل مل گئی تھی۔ وہ ایسی ہی تھی۔ دو منٹ میں سب کو اپنا بنانے والی۔ گھر واپس آتے ہوئے اس نے ان دونوں کو بھی اپنے ہاں آنے کی دعوت دی' جسے ان دونوں نے قبول کرلیا۔

☆ ☆ ☆

"انسان کا انسان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں انسانی اوصاف موجود ہوں۔ تکبر' فخر' غرور اور برائی' یہ انسانی نہیں رحمانی اوصاف ہیں' جو صرف خدائے برتر کی ذات کے لیے مخصوص ہیں۔ انسان کی انسانیت تو عاجزی' عفو و درگزر' نرم خوئی اور محبت میں پنہاں ہے نا کہ۔" ٹی وی پر شاید کوئی اسلامک چینل لگا تھا۔ بولنے والے کی آواز سے زیادہ الفاظ نے اسے متوجہ کیا تھا۔

اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ خالہ میز پھیلتے ہوئے بغور ٹی وی پر آنے والی نشریات سن رہی تھیں۔ خالہ کو بھلا کیا ضرورت تھی یہ سب سننے کی۔ وہ تو پہلے ہی سراپا عاجزی تھیں۔

اس نے چوری چوری خالہ کے تاثرات جانچے مگر وہاں ہمیشہ کا سکون تھا۔ صبر عظیم... یہ لفظ اکثر بڑی تائی' خالہ کے لیے استعمال کیا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ صبر عظیم کا اجر بھی عظیم ہے' جو دینا انسانوں کے اختیار میں نہیں۔ شاید اسی لیے خالہ اپنی کسی خدمت' کسی صبر اور ریاضت کا تقاضا چھوٹے تایا سے نہیں کرتی تھیں۔

"فاطمہ! تمہارے فون میں میسج پیکج ہے؟" اسریٰ نے اندر آکر اسے خیالات کی دنیا سے باہر نکالا۔

شکر ہے اس گھر میں اسے مخاطب کر کے حال میں واپس لانے والے لوگ موجود تھے' وگرنہ تو وہ اپنی خود ساختہ سوچوں کے سمندر میں بیٹھے بیٹھے غرق ہو جاتی۔

"ہاں ہے۔ کیوں؟" اس نے چونک کر کہا۔ کچھ دنوں سے وہ دیکھ رہی تھی کہ اسریٰ بہت زیادہ فون استعمال کرنے لگی تھی۔

"ہاں وہ مجھے چاہیے۔ اپنی فرینڈ سے بات کرنی ہے۔ میرے سیل فون میں پیکیج ختم ہو گیا ہے اور بیلنس بھی نہیں ہے۔" اسریٰ نے جلدی جلدی کہا۔ خالہ نے مڑ کر ایک نظر بیٹی پر ڈالی اور دوبارہ کام کرنے لگیں۔ البتہ فاطمہ نے کچھ بھی کہے بنا فون اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ پتا نہیں کون سی دوست اسے اتنی عزیز ہو گئی تھی جس سے وہ سارا دن اور ساری ساری رات میسجز پر باتیں کرتی رہتی تھی۔ فاطمہ کے مطابق تو کالج میں اس کی کوئی بھی ایسی دوست نہ تھی۔ وہ دوست بناتی ہی کہاں تھی۔ ایک دن دوستی کرتی اور اگلے دن لڑائی۔ البتہ فاطمہ کا حلقہ احباب خاصا وسیع تھا۔ اس کا اپنا کوئی بہن بھائی نہیں تھا تو وہ باہر دوست بنا کر یہ کمی پوری کر لیتی۔

"کیا بات ہے۔ بہت چپ ہو۔ طبیعت ٹھیک ہے۔" خالہ سے اس کی زیادہ خاموشی برداشت نہیں ہوئی تو انہوں نے پوچھ ہی لیا۔

"جی ٹھیک ہے۔ بس ویسے ہی' دل نہیں کر رہا بولنے کا اور بولوں بھی کس سے؟ اسریٰ بزی ہے' رومانہ بھابھی پتا نہیں میکے سے کب آئیں گی۔" اس نے منہ بسورا۔ وہ واقعی بور ہو گئی تھی۔

"پڑوس میں چلی جاؤ۔ تم کہہ رہی تھیں ناں ان کی بیٹیوں سے تمہاری دوستی ہو گئی ہے؟" خالہ نے مشورہ دیا۔

"نہیں... پرسوں گئی تھی۔ اب جب تک وہ ہمارے گھر نہیں آتیں۔ میں بھی نہیں جاؤں گی۔" اس نے جھٹ انکار کیا۔ وہ کیوں بلاوجہ ان کے سر پر سوار ہو۔ خالہ نے کوئی جواب دیے بغیر ٹوکری اٹھائی اور کچن کی طرف چل دیں۔ وہ بھی ان کے پیچھے آ گئی۔

"آپ اسریٰ سے بات کیوں نہیں کرتیں؟" اس نے صاف ستھرے شیلف پر ہاتھ پھیرا اور پھر اس پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔ خالہ اب چھلے ہوئے مٹر دھو رہی تھیں۔

"وہ مجھ سے بات نہیں کرتی۔" خالہ نے اس کے فقرے کی تصحیح کی۔ پچھلے دو ہفتوں سے دونوں ماں بیٹی میں بول چال بند تھی۔ باپ پر تو زور نہیں چلتا تھا چنانچہ دونوں بہن بھائی ماں پر ہی سارا غصہ نکالتے تھے۔

"مجھے پتا ہے۔ وہ نہیں کرتی تو آپ کر لیں۔ آپ ماں ہیں۔ آپ ہی بلا لیں اسے۔" اس نے کہا۔

"کہاں لکھا ہے کہ سارے امتحان ماں ہی دے۔" خالہ کی آنکھیں بھر آئیں۔ نہ شوہر اپنا تھا نہ اولاد۔ شکوہ کرنے کی انہیں عادت نہ تھی لیکن فاطمہ جو ان کی سگی بھانجی تھی' اس کے سامنے کبھی کبھار وہ دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے رو پڑتیں۔ انسان جو تھیں۔ انسانوں کی بے وفائی پر رونا آ ہی جاتا تھا۔

"نہیں نہیں خالہ! میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔ میں تو..." وہ بے اختیار شرمندہ ہو گئی۔ انہیں دکھی کرنا تو مقصد نہیں تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی بڑی تائی وہیں آ گئیں۔ خالہ نے رخ موڑ کر تیزی سے آنکھیں صاف کیں۔

"ارے فاطمہ بیٹا! ذرا یہ اپنے تایا کا نمبر تو ملاؤ۔ مجھے تو ٹھیک سے نظر ہی نہیں آتا۔ کہا بھی تھا شہریار سے کہ چشمہ بنوا دے مگر اسے یاد ہی کہاں رہتا ہے۔" انہوں نے فون اسے تھمایا۔

"چشمے سے یاد آیا۔ مجھے بھی چشمہ لگوانا ہے۔ مجھے کالج میں وائٹ بورڈ دور سے نظر نہیں آتا۔ لگتا ہے میری بھی دور کی نظر کمزور ہے۔" اس نے آنکھیں جھپکائیں۔

"چلو جی۔ یہاں تو سارے ہی کمزور نظر والے ناظرین اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ گھر سے ہی مریضوں کی اتنی تعداد نکل آئے گی تو میں انجینئر

کے بجائے آئی اسپیشلسٹ ہی بن جاتا۔" شہریار نے دروازے سے جھانکا۔ وہ پتا نہیں کب آگیا تھا۔

"اور تم؟" اس نے فاطمہ کو دیکھا جو شیلف پر فون ہاتھ میں لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں رات کو چاند نظر آتا ہے؟" وہ بولا تو ایک لمحے کے لیے وہ گڑبڑا سی گئی۔

"ہاں آتا ہے۔" اس نے فوراً جواب دیا۔ "چاند نظر آجاتا ہے پھر بھی نظر کمزور ہے۔ اس سے زیادہ دور تم نے فرشتے دیکھنے ہیں؟" وہ شرارت سے بولا تو تائی اور خالہ کے ساتھ وہ بھی ہنس پڑی۔

"جن بھی تو روزانہ دیکھتی ہوں اتنے لمبے لمبے۔ فرشتے دیکھ لوں گی تو کیا ہو جائے گا۔" اس نے بھی شہریار کے لمبے قد پر چوٹ کی۔ جواباً وہ اسے گھور کر رہ گیا۔ مگر اس نے پروا کیے بنا بڑے بابا کا نمبر ملا کر تائی کے حوالے کیا لیکن نمبر بند جا رہا تھا۔

"رائمہ نہیں آئی کافی دنوں سے۔" تائی نے اکتا کر فون رکھا اور شہریار سے پوچھا۔ یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ رائمہ آفندی کے متعلق تمام معلومات اسی کے پاس ہوا کرتی تھیں۔

"پتا نہیں کیوں نہیں آئی۔ آفس تو روز آتی ہے۔ فون پہ بات کرا دیتا ہوں۔ پھپھو کا حال احوال بھی جان لیجیے گا۔" وہ اب جیب سے فون نکال رہا تھا۔ جبکہ وہ بالکل غیر محسوس انداز میں وہاں سے کھسک گئی تھی۔

رائمہ آفندی ان کے خاندان کی ذہین ترین اور خوبصورت لڑکی، چھا جانے والی شخصیت کی مالک۔ جہاں وہ ہوتی تھی۔ وہاں کسی اور کی دال نہیں گلتی تھی۔ ایک کامیاب سول انجینئر۔ ایسے میں اگر شہریار کا جھکاؤ اس کی طرف تھا بھی تو یہ ایک قدرتی بات تھی مگر اس دل کا وہ کیا کرتی جو اس قدرتی بات کا منکر تھا اور کسی معجزے، کسی انہونی کا منتظر رہتا تھا۔ اس معجزے کا جس

گے ظہور پذیر ہونے کے بعد رائمہ شہریار حسن کی زندگی کے پردہ اسکرین سے نکل جاتی اور فاطمہ احمد وارد ہو جاتی۔

"بھلا ایسے بھی ہو سکتا ہے؟" اس نے سر جھٹکا۔ کہاں فاطمہ احمد جیسی عام ذہن کی حامل بی ایس سی کی اسٹوڈنٹ جس کا زیادہ وقت دوست بنانے میں گزرتا تھا اور جو بے حد حساس ہونے کے ساتھ بے حد جذباتی بھی تھی۔ اور کہاں رائمہ آفندی جیسی پراعتماد اور قابل لڑکی جو ایک لمحہ بھی ضائع کرنا مناسب خیال نہیں کرتی تھی۔

"مجھے پریکٹیکل لڑکیاں اچھی لگتی ہیں۔" بہت پہلے کہا گیا شہریار کا فقرہ اس کے کانوں میں گونجا۔ سینے میں اٹھتے درد کو دباتی وہ تیزی سے اندر آئی تھی۔

"کاش امی آپ زندہ ہوتیں۔" دل سے بے آواز شکوہ نکلا اور ساتھ ہی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں لگ گئیں۔ بابا بھی تو بہت کم گھر آتے تھے۔ وہ کس کو اپنا دکھ بتاتی۔

"تو کیا میں بھی تائی اماں کی طرح ایسے ہی گھٹ گھٹ کے۔۔۔" اس نے ایک بار پھر سوچا اور ایک بار پھر رو دی تھی۔

☆ ☆ ☆

"فاطمہ کی طرف چلیں۔" لائٹ گئی تو اس نے سارہ کو کہا، جس پر سارہ نے سے زبردست گھوریوں سے نوازا۔

"کیا ہے؟" اس کے یوں گھورنے پر وہ تلملائی۔

"کچھ نہیں۔" سارہ نے کہہ کر بے نیازی سے رخ موڑ لیا۔ وہ کچھ دیر کھڑی اسے دیکھتی رہی مگر کوئی رسپانس نہ ملنے پر تین حرف سارا اور اس کی کتابوں پر بھیج کر باہر آگئی۔

"امی! میں فاطمہ کی طرف جا رہی ہوں۔" صحن میں کھڑے ہو کر اس نے باآواز بلند کچن میں کام کرتی امی کو اپنی نئی مہم سے مطلع کیا اور باہر نکل گئی۔ دو ہی منٹ بعد وہ کالے گیٹ کے باہر کھڑی تھی۔ سرمئی اور سفید ٹائلوں سے مزین شاندار عمارت اس کے سامنے تھی۔ اس نے بیل دینے کے لیے ہاتھ اٹھایا مگر پھر روک

لیا۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ وہ ویسے ہی بے دھڑک اندر داخل ہوگئی لیکن اندر داخل ہوتے ہی ساکت ہوگئی تھی۔ سامنے کھڑا شخص اس کے حواس مختل کرنے کے لیے کافی تھا۔ وہ وہی تھا۔۔۔ وہ لاکھوں میں بھی پہچان سکتی تھی۔ مارے حیرت کے اس کا پورا منہ کھل گیا تھا۔ البتہ لان میں پائپ لگا کر پودوں کو پانی دیتے اس شخص پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا بلکہ اس نے تو اب تک عزہ طاہر کو دیکھا بھی نہیں تھا۔

اپنی بصارت پر یقین کرنے کے لیے وہ تھوڑا آگے بڑھی اور ساتھ ہی دھڑام سے نیچے گری۔ گیراج کی پھسلنی سطح پر کھڑے پانی سے اس کا پیر پھسل گیا تھا۔ دھپ کی آواز پر لان میں کھڑا شخص بھی زور سے اچھلا اور مڑا۔ پھر تیزی سے اس کے پاس آیا۔ جبکہ وہ گرنے کے بعد فوراً کھڑی ہوگئی تھی۔ آدھے سے زیادہ کپڑے خراب ہوگئے تھے۔ خفت شرمندگی اور ذلت سے وہ ہونٹ چبانے لگی۔

"آپ سے کس نے کہہ دیا تھا کہ یہ سلائیڈ ہے اور یہاں مزے سے سلپ کریں گی تو کچھ نہیں ہوگا۔" وہ اس کے حلیے کو دیکھ کر بولا۔

اف خدایا! آواز بھی وہی تھی۔ وہ واقعی فواد خان تھا یا نظر کا دھوکا۔ کیا انجانے میں وہ فواد خان کے گھر آگئی تھی؟ کیا پتا فاطمہ فواد خان کی بہن لگتی ہو۔ اس نے پل بھر میں ہزاروں باتیں سوچ لی تھیں۔ یہ اور بات تھی کہ یہ سب سوچتے ہوئے اس کی آنکھیں پوری کھل گئی تھیں اور وہ عجیب مضحکہ خیز لگ رہی تھی۔

"آپ پاگل خانے سے تو نہیں بھاگ کے آئیں۔" سامنے والے نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔ یوں جیسے اسے پورا یقین ہو کہ وہ وہیں سے آئی ہے۔ البتہ اس کے سوال پر وہ گڑبڑا گئی تھی۔

"نن نہیں میں، میں تو۔۔۔" الفاظ کھونے لگے تھے۔ سامنے کھڑا فواد خان اور اس کی آنکھیں اف۔۔۔

"ارے ارے ارے ٹھہریے۔ کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ میں سمجھ گیا، آپ کون ہیں؟" اب کے وہ شرارت سے مسکرایا۔ دائیں گال میں ایک لمحے کے لیے گڑھا سا ابھرا اور مسکراہٹ کے ساتھ ہی غائب ہوگیا۔ وہ ایک بار پھر مسحور ہوچکی تھی مگر اگلے ہی لمحے گڑبڑائی۔

"کک۔ کون ہوں میں؟"

"آپ فاطمہ کی کوئی نئی دوست ہیں۔ ہے ناں؟" اندازہ لگایا گیا۔

"جی۔ جی ہاں۔" اندازہ اس کا درست ہوا تھا لیکن پرجوش وہ ہوگئی تھی۔

"آپ کو کیسے پتا چلا؟" اب کے اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاکر پوچھا۔ اگر قدرت نے فواد خان سے بات کرنے کا موقع دے ہی دیا تھا تو گنوائے کیوں۔

"آپ کی حرکتوں سے" برجستہ جواب آیا تھا۔

"جی؟؟؟" اس کے منہ سے لمبا سا جی نکل گیا۔

"جی" شہریار نے سر ہلا کر کہا۔

"دراصل فاطمہ کی ساری دوستیں ایسی ہیں۔ الٹی سیدھی حرکتیں کرنے والی۔ کبھی کوئی آتی ہے تو ہمارا گملا توڑ جاتی ہے، کوئی آتی ہے تو ہمارے لان کے پھول توڑ کر لے جاتی ہے اور آپ نے تو ماشاء اللہ گر کر ہمارا گیراج کا فرش ہی توڑ دیا۔ وہ دیکھیں ٹائلز بھی اکھڑ گئی ہیں وہاں سے اور۔۔۔"

اس نے بے ساختہ اس طرف دیکھا، جہاں وہ کچھ دیر قبل پھسل کر گری تھی۔ اس نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔

"سوری، مذاق کر رہا تھا۔ فاطمہ اندر ہے" وہ تیزی سے اندر بڑھی مگر پھر مڑی۔

"آپ۔۔۔ آپ فواد خان ہیں؟" اس نے پوچھ ہی لیا۔

"ہیں۔۔۔ وہ کون ہے؟ میں شہریار حسن ہوں۔" اس نے آنکھیں سکیڑیں۔ اور وہ بغیر کچھ کہے اندر بڑھ گئی۔ "حیرت ہے اتنی مشابہت۔" وہ سوچتی گئی۔

ڈرائنگ روم میں اسے فاطمہ مل گئی۔ وہ اسے دیکھتے ہی کھل اٹھی۔ فاطمہ اور اس کے گھر والے اسے بہت

اچھے لگے۔ خاص طور پر فاطمہ کی خالہ۔ البتہ فاطمہ کی کزن اسریٰ اسے تھوڑی مغرور لگی تھی۔ لفٹ ہی نہیں دی تھی اس نے۔ شہریار حسن فاطمہ کیا کیا لگتا ہے۔ وہ چاہ کر بھی نہ پوچھ سکی۔

واپسی پر فاطمہ اسے گیٹ تک چھوڑنے آئی۔ اس نے چور نظروں سے ادھر ادھر دیکھا مگر وہ کہیں نظر نہیں آیا۔

وہ گھر آگئی۔ مگر گھر آکر بھی بے چین روح کی طرح ادھر ادھر پھرتی رہی۔ سارہ بغور اس کی حرکات دیکھ رہی تھی۔ آج تو محترمہ نے ٹی وی بھی نہیں چلایا تھا۔ یقیناً کچھ ہوا تھا۔

"کیا ہوا؟" اس نے پوچھ لیا۔

"کچھ نہیں۔" اس نے صاف جواب دیا۔ ابھی وہ اپنی یہ کیفیت کسی سے بھی شیئر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دل تو نہیں اور ہی رہ گیا تھا۔ خالی وجود لیے گھر آئی تھی۔ ذہن کے بند کواڑوں پر چمکتی شرارتی آنکھیں پوری قوت سے دستک دے رہی تھیں اور وہ ہار رہی تھی۔

"شہریار حسن" اس نے آہستہ سے کہا اور پھر مسکرادی۔ اس لمحے تو فواد خان بھی یاد نہیں تھا۔ یاد تھیں تو وہ شرارتی بولتی آنکھیں۔

☆ ☆ ☆

"یہ فواد خان کون ہے؟" رات کے نو بجے وہ اور اسریٰ ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔ جب اس نے اندر آکر پوچھا۔

"تمہارا بھائی۔" جواب اسری نے دیا۔

"کیا؟" شہریار کو اچنبھا ہوا۔

"ہاں قسم سے بہت شکل ملتی ہے اس کی تم سے۔ ویسے ایکٹر ہے ایک۔ حیرت ہے تم نے نہیں دیکھا۔" اسریٰ حیرت سے بولی۔ البتہ فاطمہ لاتعلق سی پوری طرح ڈرامے میں مگن تھی۔

"نہیں، میں نے نہیں دیکھا۔ میں بے حد پریکٹیکل بندہ ہوں میڈم! اتنا ٹائم ہی کہاں ہوتا ہے یہ سب دیکھنے کا۔ یہ تو فارغ لوگوں کا کام ہے۔" اس نے ان پر چوٹ کی اور اندر چلا گیا۔ تب ہی فاطمہ کے فون کی بیل بج اٹھی۔ اسکرین پر کوئی اجنبی نمبر جگمگا رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اٹھالیا۔

"ہیلو" فاطمہ نے کہا۔

"کون اسریٰ؟" دوسری طرف سے مردانہ آواز سن کر وہ زور سے اچھلی۔ آواز ریحان بھائی کی نہیں تھی۔ پھر کون؟

"آپ کون؟" اس نے دزدیدہ نگاہوں سے ڈرامے میں مگن اسریٰ کو دیکھ کر مدھم لہجے میں پوچھا۔

"ارے اتنی جلدی بھول گئیں۔ ابھی تو محبت کا آغاز ہے جان اور آپ بھول بھی گئیں۔ ادھر ہم پاگل ہو چکے ہیں۔ یار، دوست بھی چھیڑنے لگے ہیں کہ حمزہ خان کو عشق ہو گیا ہے اور آپ ہیں کہ ہمیں بھول ہی گئیں۔" بھرپور مردانہ آواز اور اس قدر کھلے الفاظ۔ وہ سرخ ہو گئی تھی۔ مارے گھبراہٹ کے اس نے فون ہی بند کر دیا۔ ہتھیلیاں تر ہو گئی تھیں پسینے سے۔

کچھ لمحے وہ اپنے تپتے چہرے کو نارمل کرتی رہی پھر صوفے پر ترچھی لیٹی اسریٰ کو بغور دیکھا۔ کچھ دنوں سے اس کا بے حد موبائل استعمال کرنا، پھر فاطمہ سے موبائل مانگنا..... کیا وہ واقعی کسی لڑکے میں انوالو ہو چکی تھی۔ فاطمہ بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی پھر اٹھ کر اس کے پاس آگئی۔

"اسریٰ!" اس نے پکارا۔

"ہوں!" جواب بے توجہی سے دیا گیا تھا۔ اس کی نگاہیں اسکرین پر جمی تھیں۔

"یہ حمزہ خان کون ہے؟" اس نے ڈائریکٹ کہا۔ ریموٹ اسریٰ کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔ وہ تیزی سے اٹھ بیٹھی۔

فق ہوتے چہرے کے ساتھ وہ فاطمہ کو دیکھ رہی تھی اور اس کا پیلا پڑتا رنگ دیکھ کر فاطمہ نے بے اختیار اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

اس کے بدترین خدشات درست ثابت ہو چکے تھے۔ کچھ لمحے ایک معنی خیز خاموشی کی نذر ہو گئے تھے۔

"کیوں کیا تم نے ایسا کون ہے وہ لڑکا بتاؤ۔" فاطمہ نے اسے ہلایا۔

"وہ مصباح کا بھائی ہے۔ اس نے مجھے کالج سے نکلتے ہوئے ایک بار دیکھ لیا پھر پیچھے پڑ گیا۔ یقین کرو فاطمہ میں نے اسے بہت اگنور کیا مگر پھر میں ہار گئی۔ وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ بہت پیار کرتا ہے مجھ سے۔" اسریٰ بولی۔

"نہیں ہے وہ اچھا لڑکا۔ بے ہودہ ہے۔ پھنسا رہا ہے تمہیں۔ پاگل بنا رہا ہے۔" فاطمہ چیخ اٹھی۔

"نہیں فاطمہ نہیں۔ وہ ایسا نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں اسے۔ پلیز مجھے منع مت کرنا اس سے بات کرنے سے..... پہلی بار' پہلی بار زندگی میں اپنے ہونے کا احساس ہوا ہے مجھے..... پہلی بار لگا ہے کہ میں بھی اہم ہوں پہلی بار۔" کہتے کہتے اس کی ہچکی بندھ گئی تھی۔

اس نے کبھی اسریٰ کو یوں روتے نہیں دیکھا تھا۔ اب دیکھا تو تڑپ اٹھی تھی۔ اس نے بے اختیار اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ اس وقت اس میں واقعی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ اسے روک دے۔

☆ ☆ ☆

"اسریٰ کہاں ہے؟" شہریار کی آواز پر وہ زور سے اچھلی اور مڑ کر دیکھا۔ سامنے ہی گاڑی کی چابی ہاتھ میں پکڑے شہریار کھڑا تھا۔ فاطمہ کی تو گویا جان ہی نکل گئی تھی۔ کالج کی چھٹی ہو چکی تھی اور وہ گیٹ کے باہر رکشے کا انتظار کر رہی تھی مگر رکشے کی جگہ شہریار؟

"کیا ہوا؟" وہ اس کا پیلا پڑتا چہرہ دیکھ چکا تھا۔

"رکشا نہیں آیا؟" اس نے بمشکل حواس سنبھالے۔

"نہیں' اس نے گھر فون کر دیا تھا کہ وہ آج نہیں آئے گا۔ اب تفتیش ختم ہو گئی ہے تو اسریٰ کو بلاؤ جلدی۔ ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔" وہ اپنی کھڑی ناک چڑھا کر بولا۔

"اسریٰ نہیں ہے۔" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا پھر ساتھ ہی اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا۔ "کیا مطلب نہیں ہے۔" وہ چونکا۔

"وہ' وہ میرا مطلب ہے اس نے ابھی نہیں جانا۔ اس نے اور اس کی دوست نے کچھ نوٹس بنانے ہیں۔ وہ لیٹ آئے گی۔ کہہ رہی تھی خود ہی آجائے گی۔" ایک ہی سانس میں اس نے اسریٰ کی رٹوائی کہانی طوطے کی طرح بول دی۔ شہریار نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا مگر کچھ کہے بنا آگے چل دیا۔ وہ بھی جلدی سے جا کر گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

حمزہ خان سے ملاقاتوں کا یہ سلسلہ دو تین روز پہلے ہی شروع ہوا تھا۔ فاطمہ کے لاکھ سمجھانے کا بھی اس پہ کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا۔

اپنی گھریلو تلخیوں سے نکل کر وہ جس نئی دنیا کو اپنی منزل سمجھ رہی تھی' وہ منزل تو رستے کی دھول تھی لیکن فاطمہ بے بس تھی۔

آج کل اسریٰ اتنی خوش رہتی تھی۔ اتنے رنگ اس کے چہرے پر بکھرے رہتے کہ وہ چاہ کر بھی اسے سختی سے منع نہ کر پاتی۔

"آجاؤ اندر تم بھی۔ رائمہ سے کام ہے تھوڑا۔ پھپھو سے بھی مل لینا۔" شہریار کی آواز پر وہ ہوش میں آئی اور کھڑکی سے باہر دیکھا۔ گاڑی پھپھو کی کوٹھی کے آگے رکی تھی۔ وہ بنا کچھ کہے اتر آئی۔ اندر جاتے ہی شہریار رائمہ کے ساتھ مصروف ہو گیا تھا۔ پھپھو سے دعا سلام کے بعد وہ ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھی تھی۔

پھپھو کچھ دیر اس کے پاس بیٹھیں پھر وہ بھی اٹھ کر شہریار اور رائمہ کے پاس چلی گئیں۔ ان کے قہقہوں کی آواز باہر تک آرہی تھی۔ اسے یک دم ہی وحشت ہونے لگی تھی ہر چیز سے۔

یوں جیسے یہاں اسے کوئی نہ جانتا ہو' وہ سب کے لیے اجنبی ہو۔ اجنبیوں میں اجنبیوں کی طرح ہونا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا اپنوں میں اجنبی ہونا۔ اس اذیت کا اندازہ پہلی بار ہوا تھا۔ وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ اسی وقت شہریار باہر آگیا اور پیچھے ہی مسکراتی ہوئی رائمہ۔

"چلیں۔" اس نے فاطمہ سے پوچھا۔ پوچھ تو یوں رہا تھا جیسے وہ بہت انجوائے کر رہی ہو یہاں۔ مگر کچھ

بولے بنا اس نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا اور آگئی۔

"آئس کریم کھاؤ گی؟" واپسی پر شہریار نے اسے آفر کی۔ اس کا موڈ بہت خوش گوار تھا یقیناً" رائمہ کی وجہ سے۔

"نہیں" اس نے سنجیدگی سے کہہ کر رخ موڑ لیا۔ شہریار نے حیرت سے دیکھا' کندھے اچکائے اور گاڑی چلا دی۔

☆ ☆ ☆

گھر پہنچتے ہی سب نے اسریٰ کے بارے میں پوچھا۔ شکر ہے شہریار اسے گیٹ پر ہی اتار گیا تھا۔ اس لیے اس نے تسلی سے جھوٹ بولا' ورنہ شہریار کی موجودگی میں یہ کام بہت مشکل ہو جاتا۔

گھر میں اچھی خاصی رونق تھی۔ رومانہ بھابھی اور اسجد واپس آگئے تھے۔ عمیر اور ریحان بھی دبئی کے ٹور سے لوٹ آئے تھے۔ بس اس کے پاپا ہی نہیں آئے تھے۔ کاش وہ اسسٹنٹ کمشنر نہ ہوتے تو وہ انہیں کبھی خود سے دور نہ جانے دیتی۔

"بھئی فاطمہ! ہم ریحان کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہے ہیں۔ تم بتاؤ' تمہاری نظر میں کوئی ہے؟" رومانہ بھابھی نے اسے اندر آتے دیکھ کر کہا تو وہ چونکی۔

"کیا واقعی؟" اسے خوش گوار حیرت ہو رہی تھی۔

"ہاں ہاں واقعی۔ تم بتاؤ بیٹا۔" چھوٹے تایا نے کہا۔ اپنے بچوں کے علاوہ وہ سب سے ہی نرمی سے بات کرتے تھے۔

"یہ ساتھ والوں کی لڑکی دیکھی آپ نے؟ عزہ نام ہے اس کا۔ خالہ اور بڑی تائی تو ملی ہیں اس سے وہ کیسی رہے گی؟" اس نے فوراً" ہی لڑکی ڈھونڈ دی تھی۔

"چلو جی مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ اگر وہ لڑکی اچھی ہے تو پھر بات چلاؤ وہاں۔ کیوں بھابھی!" بڑے تایا نے اب خالہ سے پوچھا۔

"جی جی بھائی صاحب ضرور... ہم کل ہی رشتہ لے کر جائیں گے ان کے ہاں۔" خالہ نے کہا اور رومانہ اور فاطمہ نے بھی تائیدی انداز میں زور سے سر ہلایا۔

☆ ☆ ☆

"ریحان بھائی چائے۔" اس نے پیچھے سے سے پکارا۔ رات کے نو بج رہے تھے۔ بالکنی میں کھڑے ہو کر سگریٹ پینا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا اور ساتھ میں فاطمہ کے ہاتھ کی بنی چائے بھی ہو جائے تو کیا بات تھی۔ اس نے مڑ کر کپ تھاما اور دوبارہ پہلے والی پوزیشن میں چلا گیا۔

"کل ہم آپ کا رشتہ لے کر جا رہے ہیں ساتھ والوں کے ہاں۔ عزہ نام ہے اس کا۔ بہت اچھی لڑکی ہے۔ اگر آپ نے دیکھنی ہے تو دکھاؤں۔" وہ پرجوش سی ہو کر بولی۔ ریحان البتہ ہمیشہ کی طرح خاموش کھڑا رہا۔

"ریحان بھائی! دکھاؤں؟" فاطمہ نے اس کا نشانہ ہلایا۔

"نہیں... تمہیں پسند ہے تو بس ٹھیک ہے۔" اس نے مڑ کر فاطمہ کے سر پر ہاتھ رکھا۔ خوشی سے فاطمہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ کتنا پیار کرتے تھے سب اس سے۔ خالہ' بڑے تایا' بڑی تائی اور چھوٹے تایا بھی۔ ریحان' اسریٰ سب۔ آپس میں بے شک اختلاف تھے۔ مگر فاطمہ کے لیے سب ایک ٹھنڈی چھاؤں کی طرح تھے۔

تب ہی شہریار وہاں چلا آیا۔

"مبارک ہو یار... خیر سے ایک عدد بے وقوف کا ہمارے گھر میں اضافہ متوقع ہے۔" اس نے شرارت سے فاطمہ کو دیکھ کر ریحان کو چھیڑا۔ وہ بھی مسکرا دیا۔ البتہ فاطمہ تپ گئی تھی۔

"میری دوست بے وقوف نہیں ہے' اچھا۔" وہ خفا لہجے میں بولی۔

"اچھا... ا... ا..." شہریار نے اچھا کو کافی لمبا کھینچ دیا تھا۔ وہ پیر پٹخ کر وہاں سے آگئی۔

کمرے میں آئی تو اسریٰ سوتی ہوئی ملی۔ جب سے وہ کالج سے آئی تھی۔ کمرے میں بند تھی اور فاطمہ جو ارادہ کر رہی تھی کہ اسے بتائے گی کہ آج شہریار لینے

آیا تھا۔ مایوس سی ہو کر لیٹ گئی۔ پتا نہیں وہ کب حمزہ خان کے بھنور سے نکلے گی۔

صبح اس کے لاکھ اٹھانے پر بھی اسریٰ نہیں اٹھی تھی۔ اسے تو شاید علم بھی نہیں تھا کہ اس کے سگے بھائی کا رشتہ لے کر جا رہی تھیں وہ۔ اس نے تو کمبل ہی منہ سے نہیں اتارا تھا۔ فاطمہ مایوس سی باہر آگئی۔

پھر خالہ' بڑی تائی' وہ اور رومانہ بھابھی چاروں عزہ کے ہاں چلی گئیں۔ وہاں ان کا زبردست استقبال کیا گیا تھا۔

عزہ کی امی انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھیں۔ وہ اور رومانہ بھابھی اٹھ کر عزہ اور سارہ کے ساتھ اندر آگئیں' تاکہ خالہ اور تائی کھل کر عزہ کی امی سے بات کر سکیں۔

"ہم تمہارا ہاتھ مانگنے آئیں ہیں میڈم!" فاطمہ نے اندر جاتے ہی اسے چھیڑا تو عزہ کے ساتھ ساتھ سارہ بھی اچھل پڑی۔ ابھی کچھ دن پہلے ہی عزہ نے سارہ کو شہریار کے بارے میں بتایا تھا اور ٹیرس پہ کھڑے ہو کر دکھایا بھی تھا اور حیرت انگیز طور پر سارہ کو پسند بھی آیا تھا۔

"واہ! اتنی جلدی اس نے گھر والوں کو رشتہ دے کر بھی بھیج دیا تھا' کمال ہے۔" عزہ نے شرما کر گردن جھکالی' البتہ سارہ مسکرادی۔

"ارے بھئی! لڑکے کے بارے میں تو بتاؤ کچھ۔" سارہ نے عزہ کے چہرے پر بکھرے رنگ دیکھ کر خوش ہو کر پوچھا۔ البتہ رومانہ اور فاطمہ' عزہ کا شرمیلا انداز دیکھ کر مطمئن ہو گئی تھیں۔

"لڑکا... عمر انیس سال' کامیاب بزنس مین' نام ریحان سکندر' ولد سکندر حیات برادر شریف آف اسریٰ سکندر..."

فاطمہ شرارت سے بول رہی تھی اور عزہ اور سارہ پر گویا بم پھٹا تھا۔ "ریحان سکندر..."

"بھئی ... جیسے ہی ریحان کا رشتہ طے ہوا۔ ہم شہریار اور ریحان کی اکٹھے ہی کردیں گے شادی۔" رومانہ بھابھی بتا رہی تھیں اور ان دونوں کی حالت ایسے تھی گویا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ تب ہی خالہ کے بلانے پر فاطمہ اٹھ کر باہر چلی گئی۔

"شہریار صاحب کا بھی ہو گیا ہے رشتہ؟" سارہ نے ہمت کر کے پوچھا۔ اس سوال پر عزہ نے بھی گردن اٹھائی تھی۔

"ارے رشتہ؟ نکاح ہوا ہے اس کا تو تین سال پہلے فاطمہ کے ساتھ۔ بتایا نہیں فاطمہ نے تم لوگوں کو۔" انہوں نے حیرت سے کہا۔ جان وجود سے کیسے نکلتی ہے۔ آج سے پہلے عزہ کو اندازہ نہیں تھا۔ سارہ بھی پریشانی سے بھابھی کی شکل تکے جا رہی تھی۔

"بھابھی! باہر آئیں۔" فاطمہ کی آواز پر وہ بھی اٹھ کر باہر آگئیں۔ ان کے جاتے ہی عزہ بے جان سی ہو کر بیڈ پر گر گئی تھی۔

"عزہ! ہوش کرو۔ پاگل مت بنو۔" سارہ تڑپ کر اس کے پاس آئی۔ دوسرے ہی لمحے وہ سارہ کے گلے لگ کے پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی۔ پہلا خواب ٹوٹا بھی ایسے تھا کہ جڑنا ہی ناممکن' رشتہ ہی نہیں نکاح بھی ہو چکا تھا۔ ایک مضبوط بندھن میں بندھ چکا تھا' وہ بھی تین سال پہلے۔

☆ ☆ ☆

واپسی پہ وہ چاروں مطمئن تھیں۔ عزہ کے گھر والوں نے سوچنے کا وقت مانگا تھا مگر عزہ کی امی کی خوشی دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ دل و جان سے راضی ہیں۔ رسماً" وقت مانگا تھا۔ گھر آتے ہی اس نے اسریٰ کو ڈھونڈا۔ وہ باہر نہیں تھی۔

تو کیا وہ اب تک کمرے میں تھی؟ اسے بے اختیار تشویش ہوئی۔ کیا ہو گیا ہے اسے؟ وہ سوچتی ہوئی کمرے میں آئی۔ وہ ابھی تک کمبل میں تھی۔ فاطمہ نے کچھ بولے بنا اس کے منہ سے کمبل کھینچا۔ پھر ساکت ہو گئی۔

رو' رو کر سرخ ہوا چہرہ اور آنکھیں اس کے سامنے تھیں۔ اسریٰ نے اسے دیکھتے ہی بازو چہرے پر رکھ لیا۔

"اسریٰ..." اس نے تڑپ کر اس کا بازو اس کے

منہ سے ہٹایا۔ اسریٰ نے سختی سے آنکھیں میچ لی تھیں۔ کچھ غلط ہونے کا احساس پوری شدت سے اس کے ذہن کو ہلا گیا۔

"اسریٰ کیا ہوا ہے بتاؤ مجھے۔" وہ اس کے پاس بیٹھی اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اس کا وجود ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

"فاطمہ وہ... وہ حمزہ خان... وہ... وہ۔" کہتے کہتے اس کی ہچکی بندھ گئی۔

"ہاں... ہاں... کیا ہوا اسے بتاؤ۔ تم گئی تھیں نا کل اس سے ملنے۔"

اس نے دونوں ہاتھوں میں اس کے ہاتھ دبا کر کہا۔

"وہ بہت بڑا بلیک میلر ہے فاطمہ... چیٹ کیا اس نے مجھے... میری تصویریں بنالی اور انہیں نہایت بے ہودہ بنادیا... میرا یقین کرو فاطمہ! وہ میری تصویریں نہیں ہیں۔ صرف چہرہ میرا ہے۔ وہ بے ہودہ لباس میں نے نہیں پہنا... میں نے نہیں پہنا۔" وہ پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی۔

اور فاطمہ کا حال تو ایسے تھا جیسے آسمان اس کے سر پر آگرا ہو۔ ہر چیز سائیں سائیں کر رہی تھی۔

"وہ کہتا ہے کہ میں اس کی ڈیمانڈز پوری کروں۔ میں نے ایسا نہ کیا تو وہ تصویریں بابا کو بھیج دے گا اور بابا... وہ تو مجھے زندہ زمین میں دفن کردیں گے۔"

وہ اب ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔

"اوہ... میرے خدایا اب کیا ہوگا۔" فاطمہ کے منہ سے آہ نکل گئی۔ کتنا سمجھایا تھا اسریٰ کو، مگر وہ مانتی ہی کہاں تھی۔ دل چاہا تھا اسے یاد کرائے، اس کی کوتاہیاں... مگر اس کی حالت دیکھ کر وہ پسیج گئی۔

"کچھ نہیں ہوگا۔ تم پریشان نہ ہو۔ ہم شہریار یا ریحان بھائی کو سب کچھ بتا دیتے ہیں۔ وہ سنبھال لیں گے۔" فاطمہ نے کچھ سوچ کر اسے تسلی دی۔

"نہیں، نہیں۔" اسریٰ بدکی۔ "کسی کو نہیں بتاؤں گی میں۔" اسریٰ نے زور زور سے نفی میں سر ہلایا۔

"تم فکر مت کرو، میں تمہارا نام نہیں آنے دوں گی۔ میں خود بتاؤں گی شہریار کو اور میں اسے صرف یہ کہوں گی کہ مصباح کے پاس تمہاری تصویریں تھیں فنکشن کی۔ وہاں سے اس کے بھائی نے لے کر ایڈیٹنگ کردی اور اب وہ بلیک میل کر رہا ہے۔" فاطمہ نے کہا تو اسریٰ نے ڈبڈباتی نظروں سے اسے دیکھا، پھر اس سے لپٹ گئی۔

"تھینک یو فاطمہ... تھینک یو... بہت بری ہوں میں۔" وہ ایک بار پھر رو پڑی۔ فاطمہ چپ چاپ اس کا سر سہلاتی رہی۔

☆ ☆ ☆

اسریٰ کا جو حال تھا اسے بھلائے نہیں بھول رہا تھا۔ وہ ہر صورت شہریار سے بات کرنا چاہتی تھی۔ مگر وہ اب تک نہیں آیا تھا۔ رات گہری ہو رہی تھی۔ کچھ سوچ کر وہ اوپر اس کے کمرے میں آگئی۔ ارادہ تھا کہ وہیں اسی کے کمرے میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرے گی۔

کچھ دیر وہ ٹہلتی رہی۔ پھر کمرے میں لگی اس کی تصویریں دیکھنے لگی۔ ہر تصویر میں اس کا الگ انداز تھا۔ اسے اور اس کی شخصیت کو دیکھ کر بس ایک ہی لفظ ذہن میں آتا تھا۔ شان دار، بیڈ کے سائیڈ ٹیبل رکھی تصویر اس نے آہستگی سے اٹھائی اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔ عام دنوں میں وہ اتنی محتاط رہتی تھی کہ اس کے کمرے کے پاس بھی نہ پھٹکتی تھی۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ شہریار کو اس کی حرکتوں سے کبھی یہ لگے کہ وہ اس کی توجہ چاہتی ہے۔ مگر آج... آج اسریٰ کی وجہ سے اسے بہانہ مل گیا تھا۔

وہ بغور اس کی تصویر دیکھ رہی تھی۔ سفید شرٹ میں اس کا مضبوط کسرتی جسم اور بے تحاشا بولتی آنکھیں۔ فاطمہ کو لگا جیسے تصویر سے نکل کر ہی وہ اس کی چوری پکڑ لے گا۔ اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ کوئی نہیں تھا۔ نظریں دوبارہ تصویر پر گاڑ دیں۔

ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی کبھی اتنی فرصت سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ ہر بار نسوانی انا آڑے آجاتی کہ جب وہ مخاطب نہیں کرتا تو میں خود اس کی توجہ کیوں مانگوں اور اب تصویر دیکھ دیکھ کر آنکھیں سیراب

ہو رہی تھیں۔

"کاش! تم اتنے شان دار نہ ہوتے' عام سے ہوتے' لیکن میرے ہوتے' صرف میرے۔" لبوں سے آہ نکلی اور دل جو پہلے ہی اسریٰ کی وجہ سے آزردہ تھا۔ فوراً" رونے کی تمنا کرنے لگا۔ آنسو ٹپ ٹپ اس کی تصویر پر گر رہے تھے۔ اس نے روتے روتے پیچھے ٹیک لگالی۔ محرومیوں کے معاملے میں وہ اور اسریٰ تقریباً" ایک ہی جیسی تھیں۔

وہ چپ چاپ روتی رہی۔ رات مزید گہری ہوتی گئی اور کچھ ہی دیر میں وہ اسی ستم گر کے کمرے میں' اسی کے بیڈ پر ٹیک لگائے' اسی کی تصویر سینے پر رکھے بے خبر سو رہی تھی۔ نیند تھی نا... سولی پر بھی آجاتی ہے۔ اسے بھی آگئی تھی۔

☆ ☆ ☆

پورے گھر پر سناٹا طاری تھا۔ بلکہ پورے گھر کیا' پوری کالونی کا یہ عالم تھا۔ رات کے ایک بجے وہ گھر لوٹا تھا۔ گیٹ کی اضافی چابی اس کے پاس تھی۔ گیٹ لاک کرکے وہ احتیاط سے قدم اٹھاتا کچن میں آیا۔ پانی کا ایک گلاس پی کر اس کے قدم اوپر کی طرف اٹھ گئے تھے۔

سائٹ پر ضرورت سے زیادہ دیر ہوگئی تھی۔ اس لیے وہ ڈنر بھی باہر ہی کرکے آیا تھا۔ اب تو صرف ایک بھرپور نیند لینے کی خواہش تھی۔ آنکھیں رگڑتا وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور پھر فوراً" ساکت ہوگیا۔

بیڈ پر آڑھا ترچھا لیٹا وجود محوِ خواب تھا۔ نظر کا دھوکا تھا یا حقیقت... اس نے دوبارہ آنکھیں ملیں' مگر وہ حقیقت تھی۔ وہاں فاطمہ احمد سو رہی تھی۔

اس کے ہونٹ بے اختیار سیٹی کے انداز میں سکڑ گئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا وہ اس کے قریب آیا اور قریب آتے ہی ایک جھٹکا اور لگا تھا۔ صاف ستھرے چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے سے نشانات اور سینے پر الٹی دھری وہ تصویر...

وہ یقیناً" بہت دیر تک روتی رہی تھی اور وہ تصویر... اس کو سیدھا کرکے دیکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اسی کی تصویر ہے' مگر پھر بھی وہ خود کو باز نہیں رکھ پایا۔ اس کا شک درست تھا۔ وہ تصویر اس کی ہی تھی۔ تصویر سے نظر ہٹا کر اس نے دوبارہ ایک نظر اس پر ڈالی۔ سرمئی دوپٹے کے ہالے میں چمکتی شفاف رنگت' پلکوں اور گالوں پر سنہرے آنسو' ایک لمحے کے لیے وہ اسے کوئی پاکیزہ حور لگی تھی۔ اس نے بے اختیار نظر چرالی۔

اس وقت اسے جگا کے وہ شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سوائے سی کا بٹن آن کرکے خود باہر آگیا۔ آج اسے ڈرائنگ روم کی گرمی میں ہی سونا تھا۔

☆ ☆ ☆

"کوئی وجہ بتائی ہے اس نے انکار کی۔" طاہر صاحب نے سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں... کوئی وجہ نہیں... کہتی ہے جہاں مرضی شادی کردو' مگر ریحان کے ساتھ نہیں... اس لڑکی کا تو دماغ ہی خراب ہے۔ اچھا بھلا رشتہ ہے اور تو اور گھرانا بھی اتنا اچھا' پھر فاطمہ سے اس کی دوستی بھی بہت ہے۔ مگر پتا نہیں کیا مسئلہ ہے۔ میں نے پوچھا کوئی پسند ہے' کہتی ہے نہیں۔" عزہ کی امی نے قدرے خفگی سے انہیں آگاہ کیا۔ بیوی کا جواب سن کر وہ کسی گہری سوچ میں گم ہوگئے تھے۔

"یہ سب میری دی ہوئی ڈھیل کا نتیجہ ہے۔ میں نے اسے ہمیشہ اپنی من مانی کرنے دی ہے۔ ہمیشہ اس کے بڑی بیٹی ہونے کا لحاظ کیا... مگر اب میں اسے کوئی غلط فیصلہ نہیں کرنے دوں گا۔

ریحان بہت اچھا لڑکا ہے۔ آج عشاء کی نماز میں ملا ہوں میں اس سے اور میں کل ان لوگوں کو کھلوا رہا ہوں کہ ہمیں رشتہ منظور ہے۔ عزہ کو خبر کردینا۔" انہوں نے مستحکم لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا۔ بیگم طاہر نے سر ہلا کر ان کے موقف کی تائید کی۔ وہ ان کے فیصلے سے خوش تھیں۔

☆ ☆ ☆

بے حد سردی کا احساس تھا۔ جس کے باعث اس کی آنکھ کھلی تھی۔ کچھ دیر وہ سکڑی سمٹی یوں ہی کسلمندی سے لیٹی رہی۔ پھر کمبل لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو چونکی۔

اسریٰ تو نہیں تھی وہاں۔ وہ ہمیشہ اسریٰ سے ہی کمبل کھینچا کرتی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی اور ادھر ادھر دیکھا۔ رات والی ساری بات یاد آگئی' وہ شہریار کے کمرے میں ہی تھی اب تک.... اوہ گاڈ....

کیا وہ اب تک نہیں آیا؟ اس نے نظریں گھڑی پر جمائیں۔ جہاں گھڑی چار بجا رہی تھی۔ صبح صادق کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر بیڈ سے اتر گئی۔ اسے جلد از جلد اپنے کمرے میں واپس پہنچنا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو علم ہو کہ وہ رات شہریار کے کمرے میں تھی۔

صد شکر کہ شہریار رات گھر نہیں آیا۔ اگر وہ اسے یہاں دیکھ لیتا تو نجانے کیا سوچتا۔ اس نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا اور اے سی کا بٹن آف کر کے باہر نکلنے ہی لگی تھی کہ ٹھٹک گئی۔

دل کسی انہونی کے احساس سے بری طرح دھڑکا۔ اس نے تو اے سی چلایا ہی نہیں تھا۔ وہ سونے تھوڑی آئی تھی۔ وہ تو اسریٰ کے لیے بات کرنے آئی تھی۔ پھر اے سی کس نے چلایا.... کیا شہریار نے؟ مگر وہ تو گھر آیا ہی نہیں۔ آیا ہوتا تو مجھے جگاتا تو سہی۔ تیز ہوتی دھڑکن کے ساتھ وہ کمرے سے باہر نکل آئی اور سیڑھیاں اترنے لگی۔

ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی ایک لمحے کے لیے اس کی دھڑکن حقیقتاً" رک گئی۔ اس کے بدترین خدشات درست ثابت ہوئے تھے۔ شہریار حسن صوفے پر چت لیٹا تھا۔ آنکھوں پر بازو دھرا تھا۔ وہ گھر آگیا تھا اور یقیناً" اسے اپنے کمرے میں سوتے دیکھ کر ڈرائنگ روم میں لیٹ گیا تھا۔

مارے گھبراہٹ کے اس کی جان ہوا ہونے لگی۔

جانے کیا سوچا ہوگا اس نے اور.... اور.... شہریار کی تصویر بھی تھی میرے ہاتھ میں.... اس نے بے اختیار ماتھے پر ہاتھ مارا اور پیلے پڑتے چہرے کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔

کمرے میں جاتے ہی گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ اس نے ایک نظر سوئی ہوئی اسریٰ کے چہرے پر ڈالی۔ اس کا مسئلہ حل کرنے گئی تھی اور اپنا مسئلہ کھڑا کر آئی تھی۔ یقیناً" اب وہ شہریار سے آنکھیں نہیں ملا سکتی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ اب وہ مذاق اڑائے گا۔ اسے تو موقع ملنا چاہیے تھا۔ چہرہ تپ رہا تھا۔

نسوانی انا اور وقار ٹوٹا بھی تو کس کے سامنے۔ فجر کے لیے وضو کرتے ہوئے آنسوؤں سے اس کا چہرہ بھیگ رہا تھا اور دل اتنی تیز دھڑک رہا تھا جیسے ابھی سینہ توڑ کر باہر آجائے گا۔

★ ★ ★

"فاطمہ نہیں اٹھی اب تک؟" بھابھی نے ناشتا ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسریٰ سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کیوں خیریت؟ طبیعت ٹھیک ہے اس کی۔ وہ تو سویرے ہی اٹھ جاتی ہے۔" بھابھی نے عمیر بھائی کے آگے چائے رکھ کر دوبارہ اسریٰ سے پوچھا۔ ٹیبل پر موجود سب افراد کی آنکھوں میں یہی سوال تھا۔ سوائے شہریار کے۔

"جی ٹھیک ہے۔ ویسے ہی.... وہ رات دیر تک پڑھتی رہی۔" اسریٰ نے جھوٹ بولا تو سب نے سر ہلا دیا۔ البتہ شہریار نے سر جھکا لیا۔ ایک دلچسپ اور شرارتی مسکراہٹ اس کے چہرے پر دوڑ گئی تھی۔

"کالج نہیں جانا اس نے۔" اب کے شہریار نے پوچھا تو اسریٰ گھبرا گئی۔

"نہیں' ہم فری ہو گئے ہیں کالج سے۔" اسریٰ نے کہا۔ پتا نہیں کب اٹھے گی۔ رات دیر تک وہ اس کا انتظار کرتی رہی تھی کہ وہ واپس آئے تو اسے پوچھوں کہ شہریار سے کیا بات ہوئی' مگر پھر وہ سو گئی۔

جانے وہ کب واپس آئی تھی اور جانے کیا بات ہوئی

تھی شہریار سے۔ اس نے بغور چائے کے گھونٹ لیتے اور ریحان سے بات کرتے شہریار کو دیکھا۔ وہاں ہمیشہ کا سکون تھا۔ کچھ بھی ڈھونڈنے میں وہ ناکام رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"اٹھ بھی چکو فاطمہ..... اور کتنا سوؤ گی۔ ایک گڈ نیوز لے کر آئی ہوں تمہارے لیے' اٹھو نا۔" اس نے اس کے پورے وجود کو جھنجھوڑا۔

"کون سی گڈ نیوز؟" اس نے سر باہر نکالا۔

"عزہ کے گھر والوں نے ہاں کر دی ہے ریحان بھائی کے لیے۔" اسریٰ مسکرائی۔ ایک سکون کا احساس فاطمہ کے چہرے پر بکھر گیا۔

"گڈ! مبارک ہو۔" اس نے کہہ کر دوبارہ کمبل منہ پر لے لیا۔ اسریٰ نے منہ بنا کر اسے دیکھا اور ایک بار پھر کمبل کھینچ لیا۔

"کیا مسئلہ ہے۔ چھپ کیوں رہی ہو؟" اسریٰ نے ڈانٹا تو وہ اٹھ بیٹھی۔

"کیا بات ہوئی شیری سے۔" اس نے تجسس سے پوچھا۔ فاطمہ گڑبڑا گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی' اسریٰ کا فون بجنے لگا۔ نمبر دیکھتے ہی اسریٰ کا رنگ خوف سے پیلا ہو گیا۔

"فف..... فاطمہ وہ حمزہ خان....." اس نے فون فاطمہ کے سامنے کیا۔ مارے طیش کے فاطمہ کی رگیں اکڑنے لگیں۔

سارے فساد کی جڑ یہ کمینہ تھا۔ اسی بے غیرت کے پیچھے وہ شہریار کے پاس گئی تھی۔

ایک جھٹکے سے اس نے فون اسریٰ کے ہاتھ سے پکڑا اور لیس کر کے کان سے لگا لیا۔

"کیسی ہو اسریٰ جان؟" حمزہ خان کی خباثت سے بھری آواز نے گویا اس کے پورے تن بدن میں آگ لگا دی۔

"شٹ اپ..... جسٹ شٹ اپ۔" وہ چیخی۔ غصہ کسی پہ تو نکالنا ہی تھا۔ شہریار نہ سہی' حمزہ خان ہی سہی۔ اسریٰ ہکا بکا اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم کمینے انسان! تمہیں کیا لگا کہ پہلے اسریٰ کو اپنی پیار بھری باتوں میں پھنسا لو گے اور پھر اسے بلیک میل کرو گے تو وہ ہو جائے گی..... ایسا کچھ نہیں ہے۔ تم جیسے کمینے بہت دیکھے ہیں ہم نے اور جہاں تک بات ہے ان تصویروں کی تو یاد رکھنا! اگر تم بلیک میل کر سکتے ہو تو ہم بھی کم نہیں ہیں۔

تصویریں تو مصباح کی بھی ہیں ہمارے پاس۔ ایڈیٹنگ ہم بھی کر سکتے ہیں اور اگر ہم نے یہ کر لیا تو تم بھی منہ دکھانے لائق بھی نہیں رہو گے۔

اب اگر ذرا سی بھی غیرت باقی ہے تو جا کے ڈوب مرو اور آئندہ یہاں فون کیا تو خون کر دوں گی تمہارا۔" غصے میں جو اس کے منہ میں آتا گیا' وہ کہتی گئی۔ زندگی میں وہ کبھی کسی پہ یوں نہیں چلائی تھی۔ اس نے حمزہ خان کا جواب سنے بغیر کھٹاک سے فون بند کر دیا۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اسریٰ تحسین آمیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کون ہے یہ حمزہ خان؟" چھوٹے تایا کی سرد اور چبھتی ہوئی آواز پر وہ دونوں زور سے اچھلیں۔ جانے وہ کب سے دروازے میں کھڑے ان کی باتیں سن رہے تھے۔ اسریٰ کا رنگ زرد ہو گیا۔

جس لمحے سے وہ ڈرتی تھی' وہ سامنے کھڑا تھا۔

"بتاؤ.....؟" وہ اسریٰ کو دیکھ کر دھاڑے۔

وہ دونوں کانپ اٹھیں۔ اسریٰ نے روتے روتے سب کچھ بتا دیا۔ چھپانے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ وہ چپ کھڑے تھے' بالکل چپ۔

"تایا....." اس نے ذرا سا انہیں ہلایا تو وہ چونکے۔

"میرا دل کر رہا ہے تمہیں گولی مار دوں اسریٰ! میری اولاد ہو کر تم نے میرا ہی سر میرے آگے جھکا دیا۔ دفعہ ہو جاؤ' آج کے بعد کبھی میرے سامنے مت آنا..... جلد ہی تمہارا رشتہ دیکھ کے کرتا ہوں تمہیں رخصت۔" غصے میں ان کی آواز ہمیشہ کی طرح کانپنے لگی۔

اسریٰ کی تو حالت یوں تھی گویا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ فاطمہ کی نگاہوں میں خالہ کا بے بس چہرہ گھومنے لگا۔

"اسریٰ نے غلطی کی ہے۔ تایا! پر اس غلطی کے ذمہ دار آپ ہیں۔" وہ کہتے کہتے رو پڑی۔ چھوٹا سا دل تھا اس کا۔ اسریٰ جتنی بہادر تھوڑی تھی وہ۔ تایا نے چونک کر اس کو دیکھا۔

"میں... میں... میں ذمہ دار ہوں؟" حیرت سے ان کی آواز پھٹ سی گئی۔

"ہاں... ہاں... آپ ہی ذمہ دار ہیں۔ آپ نے کبھی خالہ کو بیوی کا مقام اور رتبہ نہیں دیا۔ کبھی اپنے بچوں کا باپ بن کے نہیں دکھایا۔ کبھی انہیں محبت اور اعتماد ہی نہیں دیا۔ مانا کہ آپ کی شادی آپ کی پسند سے نہیں ہوئی، مگر اس میں خالہ یا آپ کے بچوں کا کیا قصور۔ تین، تین زندگیوں سے آپ نے انتقام لیا۔ گستاخی معاف تایا جان! مگر ریحان بھائی کی ادھوری شخصیت، اسریٰ کا گھر سے تنگ ہو کر باہر والوں سے محبت لینا... اس سب کے ذمہ دار صرف آپ ہیں۔ صرف آپ۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

وہ گواہ تھی۔ خالہ کی محرومیوں کی، اسریٰ کی خود سری کی۔

اسریٰ بھی رو رہی تھی۔

تایا ابا خاموش کھڑے تھے۔ حساب کتاب سامنے تھا۔ آئینے میں اپنا بکھرا وجود انہیں صاف نظر آرہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"اس اتوار وہ لوگ آرہے ہیں رسم کے لیے، انگوٹھی پہنا جائیں گے تمہیں۔" امی نے بیڈ پر اس کے ساکت بیٹھے وجود کو دیکھا اور کہہ کر باہر چلی گئیں۔ سارہ نے دکھ سے بہن کو دیکھا مگر وہ بھی بے بس تھی۔

"سمجھوتا کرلو عزہ! شاید اسی میں تمہاری بہتری ہے۔" سارہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر گویا تسلی دی۔ عزہ نے کچھ نہیں کہا۔ وہ سب کچھ قسمت پر چھوڑ چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

"ارے تم تیار نہیں ہوئیں اب تک، جلدی کرو، سب تیار ہوگئے ہیں۔" اسریٰ نے اسے ہنس بیٹھے دیکھ کر ٹہوکا دیا۔ بجی سنوری، پراعتماد اسریٰ بہت اچھی لگ رہی تھی۔

برسوں ہی تو چھوٹے تایا نے خالہ، ریحان بھائی اور اسریٰ سے معافی مانگی تھی۔ سب کچھ ٹھیک ہو رہا تھا۔ فاطمہ کو تو سب خواب سا لگ رہا تھا۔ حمزہ خان کا معاملہ بھی تایا نے اپنے ذمے لے لیا تھا۔ سب خوش تھے سوائے اس کے۔

وہ ابھی تک شہریار کے سامنے نہیں گئی تھی۔ مگر آج تو لگتا تھا جانا ہی پڑے گا۔ ریحان کی رسم کرنے جو جانا تھا۔

"فاطمہ..." اسریٰ نے اسے ہلایا تو وہ اٹھ گئی۔ کل بابا بھی آگئے تھے اور اس بار تو بابا کے آنے پہ بھی وہ ہنس ہی رہی۔ اسریٰ چلی گئی تھی۔ اس نے بے دلی سے کپڑے بدلے اور جھمکے پہن کر بال برش کرنے لگی کہ دوبارہ دستک ہونے لگی۔

"کیا تکلیف ہے۔ سارے گھر کو میری ہی فکر پڑ گئی ہے۔ آجاؤں گی میں، جاؤ تم لوگ۔" اس نے مڑے بغیر جواب دیا۔ جواباً اسریٰ کے حملہ نہ کرنے پر وہ مڑی اور ساکت رہ گئی۔ بلیک پینٹ کوٹ میں اپنے شان دار وجود کے ساتھ شہریار سامنے کھڑا تھا۔

چمکتی پولتی ہوئی بھوری آنکھوں میں بے تحاشا شرارت تھی۔ وہ نگاہیں چرانے لگی۔ دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔ سامنا ہو ہی گیا تھا۔

"سارے گھر والے چلے گئے ہیں... تمہارے کہنے سے پہلے ہی۔" وہ مسکرا کر آگے بڑھا۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہوئی۔

"چھپ کیوں رہی ہو اتنے دنوں سے؟" اس نے بنا کسی لگی لپٹی کے پوچھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ جواب تھا ہی نہیں۔

"کیا یار... یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ پتا ہے پچھلے کچھ دنوں سے کتنا اداس تھا میں۔ اتنا دل کر رہا تھا تمہیں دیکھنے کو، مگر تم تو یوں چھپ گئیں جیسے مایوں ہی بیٹھ گئی ہو۔" وہ شرارت سے بولا۔ فاطمہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ اس کی توقع کے عین مطابق وہ مذاق اڑا رہا

تھا۔

"میں تو تلاش گمشدہ کا اشتہار دینے والا تھا کہ بھئی ایک لڑکی جس کی عمر اکیس سال ہے' کچھ دنوں سے لاپتا ہے۔ دماغی توازن ٹھیک نہیں' دل اس کے پاس ہے نہیں' وہ میرے پاس ہے۔ باقی ایک ٹھیک ٹھاک لڑکی ہے' جس کو ملے مجھے۔۔۔" بات اس کے منہ میں ہی تھی کہ اس نے جھٹکے سے سر اوپر اٹھا لیا۔ وہ چپ ہو گیا۔ آنسوؤں سے اس کا چہرہ تر تھا۔

"آپ کو کوئی حق نہیں میرا مذاق اڑانے کا۔۔۔ آپ جو بھی سمجھے ہیں غلط سمجھے ہیں۔۔۔ میں کسی اور کام کے لیے گئی تھی آپ کے کمرے میں اور۔۔۔ اور۔۔۔ اور آپ کی تصویر بھی میں نے ویسے ہی اٹھائی تھی۔"

وہ رو رہی تھی۔ شرمندگی سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ وہ جو اس کی بھیگتی آنکھیں دیکھ کر ایک لمحے کو گڑبڑا گیا تھا۔ اب مسکرا رہا تھا۔ دائیں گال میں پڑتا گڑھا۔۔۔ وہ ڈوبنے لگی۔

ایک گہرا سانس لے کر اس نے اس کا نازک ہاتھ تھاما اور لاکر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا کر دیا۔ پھر خود بھی اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

"دیکھو ذرا۔۔۔ کتنا پارا کپل ہے ہمارا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ فاطمہ نے نگاہ اٹھا کر آئینہ دیکھا۔

"میں کوئی مذاق نہیں اڑا رہا۔۔۔ خوش ہو رہا ہوں کہ میری پیاری سی منکوحہ مجھے اتنا چاہتی ہے۔ پہلے مجھے لگتا تھا تم مجھ میں انوالو نہیں ہو۔ صرف میں ہی ایک پاگل۔۔۔ مگر اس دن تمہیں وہاں دیکھا تو ہر خدشہ دور ہو گیا اور یقین بھی ہو گیا کہ ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔" وہ تھوڑا سا جھک کر اس کے کانوں میں رس گھول رہا تھا۔ فاطمہ نے بے یقین نظروں سے اسے دیکھا۔

"اب کیا آنکھوں سے قتل کرو گی؟" اس کے چہرے کے بالکل قریب اپنا چہرہ کرتے ہوئے بولا تو فاطمہ کے ہوش اڑ گئے۔

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ رائمہ۔" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا اور شہریار بے اختیار ہنس پڑا۔

"وہ دوست ہے۔ تم بیوی ہو' جان ہو۔" اس نے اس کے شانے پر ہاتھ پھیلا کر اسے ساتھ لگایا۔

سرخ ہوتے چہرے اور ناقابل یقین خوشی کے ساتھ وہ اس کے کندھے پر سر ٹکا گئی۔ آگے کی راہ گزر واضح تھی۔

☆ ☆ ☆

خالی نظروں سے وہ اپنے ہاتھ میں ابھی پہنائی ہوئی انگوٹھی دیکھ رہی تھی۔ نظریں سامنے کھڑے شہریار اور اس کے پہلو میں شرمائی شرمائی سی فاطمہ پر تھیں۔

"کتنی مکمل جوڑی تھی نا۔"

"میں آپ کو جانتا نہیں مگر اس انگوٹھی کے رشتے سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو سمجھوں گا۔ میں یہ وعدہ نہیں کرتا کہ آپ کو صرف خوشیوں سے روشناس کراؤں گا' ہاں البتہ یہ وعدہ ضرور کرتا ہوں کہ غموں میں بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔"

مدھم مگر گمبھیر لہجے میں ساتھ بیٹھے شخص نے کہا تو وہ ایک دم اسے دیکھے گئی۔ دو فقرے کہے تھے اس نے اور سمجھوتے کی راہ بہت آسان بنا دی تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا اور مسکرا دی۔

کیا ہوا جو ساتھ بیٹھا شخص فواد خان نہیں تھا۔ کیا ہوا جو بہت آئیڈیل نہیں تھا۔ اس کا باطن تو اچھا تھا نا۔ اب کے اس نے مطمئن ہو کر نگاہیں سامنے جما دیں۔

"آئیڈیل بنائیں' ضرور بنائیں' مگر اس کو پانے کی خواہش کرنا فضول ہے۔" وہ اب پورے اطمینان کے ساتھ تصویریں بنا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد ریحان کے ساتھ شہریار آکر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ فاطمہ۔۔۔ جوڑی مکمل ہو گئی' خوشیاں مکمل ہو گئیں۔